پاکستان میں دستور سازی کی تاریخ کا ایک طائرانہ جائزہ

تحریر: طاہر حنفی

ڈائریکٹر جنرل قومی اسمبلی

انیسویں صدی کے وسط سے ہی مسلمانان ہند نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک علیحدہ ریاست کے قیام کی جدو جہد شروع کر رکھی تھی۔مختلف سطح پر روابط اور ایک دوسرے سے تعاون کے باوجود برصغیر میں رہنے والے مسلمانوں اور ہندوؤں کی الگ الگ سماجی اور ثقافتی پہچان تھی۔ برطانوی سرکار بالآخر اس نتیجے پر پہنچی کہ مسلمانوں کی جانب سے علیحدہ آزاد مملکت کے قیام کا مطالبہ تسلیم کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

۳ جون ۱۹۴۷ء کو آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کے رہنماؤں کی ایک کانفرنس میں برطانوی سرکار کی جانب سے انتقال اقتدار کا منصوبہ پیش کیا۔ ۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو شائع شدہ گزٹ آف انڈیا کے مطابق ۶۹ ارکان پر مشتمل پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کی گئی جس میں ایک خاتون رکن بھی شامل تھی تاہم بعد میں ارکان کی تعداد ۷۹ تک بڑھا دی گئی۔

۱۹۴۷ء کے آزادی ایکٹ کے مطابق پاکستان معرض وجود میں آیا اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو سندھ اسمبلی کی موجودہ عمارت میں منعقد ہوا۔ پہلے روز کے اجلاس میں خاتون رکن بیگم جہاں آرا شاہ نواز سمیت ۵ جبکہ دوسرے روز گیارہ اگست کے اجلاس میں ۴ ارکان نے حلف لیا اس موقع پر اور ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو جناب محمد علی جناح کو متفقہ طور پر دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا اور اسمبلی نے قومی پرچم کی باقاعدہ منظوری دی۔

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک قرارداد اسمبلی نے منظور کی جس کے مطابق جناب محمد علی جناح کو سرکاری طور پر قائداعظم محمد علی جناح کہا جائے گا۔اسی روز اسمبلی میں پاکستان میں شہریوں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کو شہریوں بالخصوص اقلیتوں کے بنیادی حقوق کے بارے میں اسمبلی کو تجاویز دینے کیلئے کہا گیا تھا تاکہ ان امور پر مناسب قانون سازی کی جا سکے۔۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اقتدار کی منتقلی عمل میں آئی۔ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے سندھ اسمبلی کی عمارت میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا۔قائداعظم نے اس موقع پر جو خطاب کیا وہ ریاست پاکستان کے اصولوں کی بنیاد ہے۔۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ پاکستان کے چیف جسٹس

میاں سر عبدالرشید نے ان سے عہدے کا حلف لیا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنی رحلت تک قائداعظم گورنر جنرل اور دستور ساز اسمبلی کے صدر کے عہدے پر متمکن رہے۔

پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے سامنے دستور سازی کا اہم مرحلہ تھا۔ ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان نے اسمبلی میں قرار داد مقاصد پیش کی جسے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو اسمبلی نے منظور کرلیا۔ اسی روز ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو بنیادی اصولوں کی ۲۴ رکنی کمیٹی قائم کی گئی جس کو قرار داد مقاصد کی روشنی میں دستور کا مسودہ تیار کرنے کو کہا گیا تھا۔ قرار داد مقاصد کے محرک وزیراعظم پاکستان ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں شہید کر دیئے گئے اور اگلے ہی روز ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو خواجہ ناظم الدین کو پاکستان کا دوسرا وزیراعظم بنا دیا گیا۔ تین برس کے عرصے میں دستور سازی کا عمل آہستہ آہستہ آگے بڑھتا گیا تاہم ۱۹۵۴ء میں آئین کا مسودہ بالآخر تیار کیا گیا اور اس سے پہلے کہ یہ مسودہ اسمبلی میں منظوری کیلئے پیش کیا جاتا، ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد نے اسمبلی توڑ دی تاہم وزیراعظم محمد علی بوگرہ کو برطرف نہیں کیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ وہ آئندہ انتخابات تک ایک نئی کابینہ کے ساتھ حکومتی معاملات چلاتے رہیں۔ گورنر جنرل کی جانب سے دستور ساز اسمبلی توڑنے کو دستور ساز اسمبلی کے صدر مولوی تمیزالدین نے سندھ چیف ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا اور مقدمہ جیت لیا۔ ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف حکومت پاکستان وفاقی عدالت میں چلی گئی اور چیف جسٹس محمد منیر کے فیصلے کے مطابق گورنر جنرل کا اسمبلی توڑنے کا اقدام درست قرار پایا۔ پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی گورنر جنرل کے حکم نمبر ۱۲ مجریہ ۱۹۵۵ء کے مطابق ۲۸ مئی ۱۹۵۵ کو تشکیل پائی۔

تمام صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اس اسمبلی کا الیکٹورل کالج قرار پائے۔ دستور ساز اسمبلی ۸۰ ارکان پر مشتمل تھی جن میں سے نصف کا تعلق مغربی اور نصف کا مشرقی پاکستان سے تھا۔ اس اسمبلی نے پہلی دستور ساز اسمبلی کے پاس کردہ ان تمام قوانین کو قانونی طور پر جائز قرار دیا جسے عدالت نے غیر موثر کر دیا تھا۔ اسی اسمبلی نے ون یونٹ ایکٹ کو پاس کر کے تمام صوبوں کو ملاتے ہوئے مغربی پاکستان کی تشکیل کر دی۔ تا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں برابری برقرار رکھی جا سکے۔ اس دستور ساز اسمبلی کا سب سے بڑا کارنامہ پاکستان کو پہلا دستور دینا تھا۔ اس دستور کا مسودہ ۹ جنوری ۱۹۵۶ء کو اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ جسے ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو منظور کیا گیا۔ گورنر جنرل نے ۲ مارچ ۱۹۵۶ء کو اس دستور پر دستخط کیے اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو پاکستان کا پہلا آئین نافذ العمل ہوگیا۔ ۵ مارچ ۱۹۵۶ء کو میجر جنرل سکندر مرزا کو پاکستان کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں پارلیمانی طرز حکومت تجویز کیا گیا تھا جس کے مطابق تمام اختیارات وزیراعظم کے پاس تھے۔ اور صدر سربراہ ریاست تھے جنہیں صوبائی اور قومی اسمبلی کے ارکان کے الیکٹورل کالج نے منتخب کرنا تھا۔ صدر کے عہدے کی مدت پانچ

برس تھی اور معدودے چند امور کے جہاں وہ اپنی صوابدید استعمال کرسکتا ہو باقی امور پر وہ وزیر اعظم کے مشورے کا پابند تھا۔

۱۹۵۶ء کے آئین کے مطابق قانون سازی کے تمام اختیارات ایک ایوانی پارلیمنٹ کے پاس تھے جو صدر اور قومی اسمبلی پر مشتمل تھی۔ اس آئین کے مطابق قومی اسمبلی کے مستقبل کے تمام ایوانوں میں ۳۰۰ ارکان ہونگے جو دونوں صوبوں میں یکساں منقسم ہوں گے اسکے علاوہ ہر صوبے سے پانچ نشستیں خواتین کے لیے مخصوص ہوں گی اور ایوان کے ارکان کی کل تعداد ۳۱۰ ہو جائے گی۔

تاہم ۱۹۵۶ء کے آئین کی موجودگی کے باوجود ملک کے حالات سیاسی جماعتوں کے معاملات کو کسی قانون کے تحت چلانے میں غفلت اور فلور کراسنگ کے مسائل کے باعث ایک نئی نہج تک پہنچ گئے اگرچہ اوائل ۱۹۵۹ء میں پہلے عام انتخابات کا انعقاد ہونا تھا لیکن صدر سکندر مرزا نے آئین منسوخ کرتے ہوئے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو برخاست کر دیا اور ملک میں ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا۔ بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا گیا۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جنرل محمد ایوب خان نے پاکستان کے دوسرے صدر کا منصب سنبھال لیا۔ جنرل ایوب خان نے اپنے عہد اقتدار کے ڈیڑھ برس میں شہاب الدین کی سربراہی میں ۱۷ فروری ۱۹۶۰ء کو آئینی کمیشن قائم کر دیا۔ اس کمیشن کو انصاف کے اسلامی اصولوں اور ملک کے موجودہ سیاسی سماجی ماحول کی روشنی میں بہترین جمہوریت کے فروغ کیلئے تجاویز وضع کرنے کا ٹاسک دیا گیا۔ شہاب کمیشن نے ۲۹ اپریل ۱۹۶۱ء کو حکومت کی اپنی رپورٹ پیش کی اور اس رپورٹ کی روشنی میں ایک نیا آئین یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو عوام کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین کے مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۶۲ء کو ملک میں عام انتخابات کرائے گئے اور ۲۹ مئی کو خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کے انتخاب عمل میں لائے گئے۔ تیسری قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ۸ جون ۱۹۶۲ء کو لال کرتی راولپنڈی میں واقع ایوب ہال میں منعقد ہوا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین میں صدارتی طرز حکومت کے ساتھ ایک وفاقی ریاست کا تصور پیش کیا گیا جس میں مرکز کی سطح پر قومی اسمبلی اور صوبوں میں صوبائی اسمبلیاں ہوں گی۔ تمام تر انتظامی اختیارات صدر کے پاس آ گئے اور کابینہ کے وزراء کو مقرر کرنے کا اختیار بھی صدر کو مل گیا۔

۱۹۶۲ء کے آئین میں بالواسطہ طریق انتخاب اپنایا گیا اور بنیادی جمہوریت کے دو صوبوں میں موجود ارکان کو صدر اور قومی صوبائی اسمبلیوں کے منتخب کرنے کا الیکٹورل کالج بنا دیا گیا۔ بنیادی جمہوریت کے دونوں صوبوں میں ۴۰، ۴۰ ہزار ارکان

تھے جنہیں ۱۵۶ ارکان اسمبلی کا انتخاب کرنا تھا۔ ۴۰ ہزار ارکان نے اپنے اپنے صوبے سے ۷۸ ارکان اور ہر صوبے سے خواتین کیلئے مخصوص تین نشستوں پر انتخاب کرنا تھا۔ تاہم خواتین کو عام نشستوں پر انتخاب لڑنے کی کوئی پابندی نہیں عائد کی گئی۔ آئینی طور پر تیسری قومی اسمبلی کی مدت تین سال رکھی گئی۔ روایتاً اگر صدر کا تعلق مغربی صوبے سے ہو تو قومی اسمبلی کا سپیکر مشرقی پاکستان سے لیا جاتا تھا اور اگر صدر مشرقی پاکستان سے ہو تو سپیکر کا عہدہ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے کسی رکن اسمبلی کو دیا جاتا۔ ۱۹۶۲ کے آئین کے تحت بننے والی قومی اسمبلی نے سیاسی جماعتوں کا ایکٹ ۱۹۶۲ پاس کیا تھا۔

۱۹۶۹ء میں ۲۵ مارچ کو ملک میں دوسری بار مارشل لاء لگا دیا گیا اور بری فوج کے سربراہ جنرل محمد یحییٰ خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ جنرل یحییٰ خان نے ۳۰ مارچ ۱۹۷۰ء کو LFO جاری کیا جس کے مطابق ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو پہلے عام انتخابات منعقد ہونا قرار پائے۔ بالغ حق رائے دہی کے تحت اور آبادی کی بنیاد پر قومی اسمبلی کو منتخب کیا گیا، ۳۱۳ ارکان میں ۱۶۹ مشرقی پاکستان اور ۱۴۴ مغربی پاکستان سے شامل ہیں۔ خواتین کے لئے ۱۳ مخصوص نشستوں میں سے ۶ خواتین مغربی اور ۷ خواتین مشرقی پاکستان سے تھیں۔ ملک کے حالات دگرگوں ہونے کے باعث اس اسمبلی کا اجلاس منعقد نہیں کیا جا سکا۔ سقوط ڈھاکہ کے باعث مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا تاہم ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سبب قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس قدرے تاخیر کے بعد ۱۴ اپریل ۱۹۷۲ء کو سٹیٹ بنک اسلام آباد کی عمارت میں منعقد ہوا۔ ۱۴۴ ارکان جن کا تعلق مغربی پاکستان سے تھا اور مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے دو ارکان جنہوں نے پاکستان سے وابستگی کو ترجیح دی نے اسمبلی اجلاس میں شرکت کی۔ ان میں جناب نور الامین اور چکمہ قبائل کے سربراہ راجہ تری دیو رائے شامل تھے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو ایک عبوری آئین کی منظوری دی گئی جس میں صدارتی طرز حکومت تجویز کیا گیا تھا۔ عبوری آئین کے تحت قومی اسمبلی ۱۴ اگست ۱۹۷۳ سے قبل تحلیل نہیں کی جا سکتی تھی۔ اور صوبوں اور مرکز کے درمیان اختیارات کی تقسیم طے کر دی گئی تھی۔ ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی نے آئین تشکیل دینے کی غرض سے ایک آئینی کمیٹی قائم کی اور ۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو اس کمیٹی کی رپورٹ کے ہمراہ آئین کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ تقریباً تین ماہ سے زائد عرصے کے بعد ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین کی منظوری دے دی اور صدر نے ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو آئین کی توثیق کر دی جسے آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء کا نام دیا گیا۔ اور ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء سے نافذ العمل کیا گیا۔ ۱۴ اگست کے روز ہی جناب ذوالفقار علی بھٹو نے وزیراعظم اور جناب فضل الٰہی چوہدری نے صدر کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ دونوں حضرات دستور ساز اسمبلی کے صدر اور قومی اسمبلی کے سپیکر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق پارلیمانی نظام رائج ہو گا جس کے مطابق تمام انتظامی اختیارات وزیراعظم کے پاس ہوں گے جبکہ صدر وفاق کی یکجہتی کی علامت ہو گا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۳ء تک ملک میں یک ایوانی مقننہ قائم رہیں تاہم ۱۹۷۳ء کے

آئین کے تحت دوایوانی مقنّنہ کا نظام متعارف کرایا گیا جس کے تحت وفاق میں پارلیمان وجود میں آئی جو قومی اسمبلی سینٹ اور صدر مملکت پر مشتمل ہوگی۔ قومی اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد ۲۱۰ تھی جن میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کی تعداد ۱۰ تھی۔ نو تشکیل شدہ سینٹ کے ارکان کی تعداد ۶۳ مقرر کی گئی۔ تاہم ۱۹۸۵ء میں قومی اسمبلی میں ۷ عام نشستوں اور خواتین کے لیے مزید ۱۰ مخصوص نشستوں کا اضافہ کیا گیا۔ یہ اضافہ صدارتی حکم نمبر ۱۴ مجریہ ۱۹۸۵ء کے تحت کیا گیا جس میں علیحدہ انتخابی نظام کے تحت قومی اسمبلی میں اقلیتوں کیلیئے دس نشستیں مخصوص کی گئی اور قومی اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد ۲۳۷ تک جا پہنچی۔ اس طرح سینٹ کے ارکان کی تعداد بھی ۶۳ سے بڑھا کر ۸۷ کر دی گئی۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں قومی اسمبلی کی مدت ۵ سال مقرر کی گئی ہے تاوقتیکہ اس کو مدت سے پہلے تحلیل نہ کر دیا جائے۔ قومی اسمبلی میں تمام نشستیں ہر صوبے اور انتظامی یونٹ میں آبادی کی بنیاد پر مخصوص کی جاتی ہیں۔ خواتین کے لیے مخصوص ۲۰ نشستیں آئین میں درج شق کی توثیق نہ ہونے کے باعث ۱۹۹۰ء میں ختم ہوگئیں اور یوں ارکان اسمبلی کی تعداد ۲۳۷ سے ۲۱۷ تک محدود ہوگئی۔

آئین میں قومی اسمبلی کی مدت پانچ برس ہونے کے باوجود جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو ملک میں قبل از وقت انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا اور ۱۰ جنوری ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی تحلیل کرنے کے لیے صدر سے سفارش کر دی۔ ۱۹۷۷ء میں ۷ مارچ کو عام انتخابات کرئے گئے جس میں قومی اسمبلی کے لئے ملک بھر میں ووٹ ڈالے گئے۔ اپوزیشن نے ۷ مارچ کے انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگاتے ہوئے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔ چونکہ اپوزیشن کے ارکان نے قومی اسمبلی کے نتائج کو تسلیم نہیں کیا تھا لہذا اپوزیشن ارکان نے قومی اسمبلی کی رکنیت کا حلف بھی نہیں اٹھایا۔ ملک میں جاری حزب اختلاف کے مظاہروں کے باعث حالات روز بروز خراب ہوتے چلے گئے اور سیاسی بحران بڑھتے بڑھتے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں جنرل محمد ضیاالحق کی طرف سے مارشل لاء نافذ کرنے پر منتج ہوا۔

۱۹۷۷ء کے مارشل لاء کے بعد ۱۹۸۵ء تک ملک میں کوئی منتخب ایوان نہ رہا تاہم صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے غیر جماعتی بنیاد پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ۲۵ فروری ۱۹۸۵ء کو کرانے کا اعلان کیا۔ ۲ مارچ ۱۹۸۵ء کو صدرارتی حکمنامہ برائے احیائے آئین (Revival of Constitution Order) (صدارتی حکم نمبر ۱۴ مجریہ ۱۹۸۵) جاری کر کے آئین میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں تجویز کر دی گئیں۔

ساتویں قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ۲۰ مارچ ۱۹۸۵ کو سٹیٹ بنک ہال اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ صدر جنرل محمد ضیاالحق نے اپنی کابینہ میں وزیر ریلوے کے عہدے پر فائز رہنے والے سندھ کے ایک مسلم لیگی سیاستدان محمد خان جونیجو کو غیر جماعتی

انتخابات کے نتیجے میں تشکیل کردہ قومی اسمبلی کا قائد ایوان نامزد کر دیا جنہوں نے ۲۴ مارچ ۱۹۸۵ء کو ایوان سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا۔ وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے زمانے میں ۱۱۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو کئی ماہ کی سیر حاصل بحث کے بعد مشہور زمانہ آٹھویں آئینی ترمیم منظور کر لی گئی جس میں آئین کی شق (۲) ۵۸ ب کے تحت صدر کو قومی اسمبلی تحلیل کرنے کا صوابدیدی اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ اسی حاصل کردہ اختیار کے تحت صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو قومی اسمبلی کو تحلیل کرتے ہوئے وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔

ساتویں قومی اسمبلی نے اسوقت کے فوجی حکمرانوں کی خواہشات کے برعکس مجلس شوریٰ کے سابق چیئرمین اور سیالکوٹ سے قومی اسمبلی کے نومنتخب رکن خواجہ محمد صفدر کے مقابلے میں ملتان سے نومنتخب رکن سید فخر امام کو ۱۱۱ کے مقابلے پر ۱۱۹ ووٹوں سے اپنا سپیکر منتخب کر لیا۔ سید فخر امام انہی دنوں ملتان کی ضلع کونسل کی چیئرمینی کے انتخابات میں سید یوسف رضا گیلانی کے ہاتھوں شکست پر جنرل محمد ضیاء الحق کی غیر منتخب کابینہ سے استعفیٰ دے کر ملک کے سیاسی حلقوں میں ایک اصول پسند سیاسی کارکن کے طور پر متعارف ہوئے تھے اور باوجود اس حقیقت کے کہ صدر جنرل محمد ضیا الحق نے سپیکر کے عہدے کیلئے ووٹنگ شروع ہونے سے پہلے انہیں خود دستبردار ہونے کے لیے کہا تھا، سید فخر امام اپنے نومنتخب ارکان اسمبلی کے نوجوان گروپ کی امیدوں پر پورا اترے اور سپیکر کے عہدے کے لیے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ کچھ ہی دیر بعد مقابلے کا سنسنی خیز نتیجہ سامنے آیا اور سید فخر امام ۱۱۹ ووٹوں سے سپیکر منتخب ہو گئے۔ سپیکر منتخب ہونے کے بعد سید فخر امام نے حکومتی حلقوں سے محاذ آرائی کا کوئی تاثر نہیں دیا تاہم وقت آنے پر انہوں نے ۲۶ مئی ۱۹۸۵ء کو مارشل لاء جاری رکھنے کی مخالفت میں ایک تحریک استحقاق پر ایک تاریخ ساز Ruling دے کر پارلیمان کی بالادستی کے ایک نئے باب کو رقم کر دیا۔ حکومت اور سرکاری پارلیمانی پارٹی نے اسی روز طے کر لیا کہ چونکہ سید فخر امام کی سپیکر شپ کے باعث انہیں پارلیمانی محاذ پر کوئی اور بھی "Abrupt Surprise" مل سکتا ہے۔ لہذا ان کو عہدے سے ہٹانے کی مرحلہ وار منصوبہ بندی کا کام شروع کر دیا گیا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو سیاسی جماعتوں کا ایکٹ ۱۹۸۵ء قومی اسمبلی نے منظور کر لیا۔ جب ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو صدر جنرل محمد ضیا الحق نے پارلیمنٹ کے خصوصی اجلاس میں ملک سے مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان کیا اور ملک میں مکمل سیاسی سرگرمیاں شروع ہو گئیں تو طے پایا کہ سید فخر امام کو "پہلے سنہری موقع" پر سپیکر شپ سے فارغ کرا دیا جائے۔ لہذا ان کے خلاف تحریک عدم اعتماد لائی گئی۔ اسی دوران میں پارلیمنٹ کی اپنی عمارت شاہراہ دستور پر مکمل ہو گئی تھی۔ اور قومی اسمبلی اور سینٹ کے عملے کو اس میں منتقل کرنے کی ہدایات جاری کر دی گئیں تھیں لیکن یہ طے پایا کہ سید فخر امام کے خلاف تحریک عدم اعتماد کی کاروائی پارلیمان کی نئی عمارت کی بجائے سٹیٹ بنک کی عمارت میں ہی عمل میں لائی جائے تاہم نئی عمارت کے پہلے مکین سپیکر کی حیثیت سے انہوں نے کئی دن تک عدم اعتماد قومی اسمبلی میں پیش ہونے سے پہلے سپیکر چیمبر میں سرکاری امور نمٹائے۔ بالآخر سید فخر امام کے خلاف ۲۶ مئی ۱۹۸۶ء کو تحریک عدم اعتماد ۲۲۷

ووٹوں میں سے ۱۵۲ ووٹ حق میں پڑنے پر منظور ہوگئی اور پاکستانی پارلیمان کی تاریخ میں سید فخر امام وہ پہلے سپیکر بن گئے جن کے خلاف تحریک عدم اعتماد کامیاب رہی۔ ۲۹ مئی ۱۹۸۶ء کو وزیراعظم محمد خان جونیجو نے پارلیمنٹ کی نئی عمارت کا افتتاح کیا جس میں قائم مقام سپیکر جناب وزیر احمد جوگیزئی موجود تھے۔

۸ جولائی ۱۹۸۶ء کو آئین میں نویں ترمیم کا بل سینٹ نے پاس کرلیا تاہم یہ ترمیم اسمبلی سے پاس نہ ہوسکی۔ آئین میں دسویں ترمیم کا بل قومی اسمبلی نے ۱۲ مارچ ۱۹۸۷ء کو پاس کیا۔ سپیکر سید فخر امام کو عہدے سے ہٹانے کے پانچ روز بعد ۳۱ مئی ۱۹۸۶ء کو حکومتی پارلیمانی گروپ نے وزیراعظم محمد خان جونیجو کے ایک بااعتماد ساتھی وزیر اطلاعات حامد ناصر چٹھہ کو سپیکر کے منصب کے لئے منتخب کرلیا جو صدر ضیاالحق کے ہاتھوں ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو قومی اسمبلی تحلیل کرنے کے بعد بھی آئندہ سپیکر کے انتخاب تک اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو صدارتی طیارے کے فضائی حادثے میں صدر جنرل محمد ضیاالحق کی ہلاکت کے بعد سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان نے مسند صدارت سنبھال لی۔ ۱۶ نومبر ۱۹۸۸ء کو آٹھویں قومی اسمبلی کے لیئے عام انتخابات منعقد ہوئے جس میں پاکستان پیپلز پارٹی اکثریتی پارٹی کے طور پر سامنے آئی۔ ۳۰ نومبر ۱۹۸۸ء کو آٹھویں قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس منعقد ہوا۔ اصولی طور پر جناب حامد ناصر چٹھہ کو قومی اسمبلی کے افتتاح اجلاس کی صدارت کرنی تھی اور سپیکر کے انتخاب پر نئے سپیکر سے حلف بھی لینا تھا تاہم انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا جس کی وجہ عام انتخابات میں ان کی شکست ہرگز نہ تھی اور چیف الکشن کمشنر جناب ایس اے نصرت نے افتتاحی اجلاس میں اراکین سے حلف لیا اور سپیکر کا انتخاب کروایا۔

۳ دسمبر ۱۹۸۸ء کو جناب ملک معراج خالد قومی اسمبلی کے سپیکر منتخب ہوئے وہ ۱۹۷۷ء میں چھٹی قومی اسمبلی کے سپیکر بھی رہ چکے تھے۔ 1988ء کے افتتاحی اجلاس میں اس وقت کے وزیر انصاف اور پارلیمانی امور وسیم سجاد کو "ایوان میں اجنبی" قرار دیا گیا او ۵ راس اجلاس کے صدر نشین چیف الیکشن کمشنر جناب ایس اے نصرت نے جناب وسیم سجاد کے بار ہا اصرار کے وہ ایوان میں اجنبی نہیں یہ کہہ کر اس موضوع پر ہونے والی تمام گفتگو ختم کردی کہ اس بارے میں پارلیمانی قواعد بہت واضح ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کو قائد ایوان نامزد کیا گیا جنہوں نے ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو وزیراعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ یکم نومبر ۱۹۸۹ء کو وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف تحریک عدم اعتماد قومی اسمبلی میں مسترد ہوگئی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۹ء کو سینٹ میں ایک غیر سرکاری رکن نے آئین میں گیارویں ترمیم کا بل پیش کیا جو کئی برس بعد ۲۳ اگست ۱۹۹۲ء کو واپس لے لیا گیا۔ آٹھویں قومی اسمبلی کو صدر غلام اسحاق خان نے ۶ اگست ۱۹۹۰ کو اپنی صوابدیدی مگر آئینی صدارتی اختیار کے تحت تحلیل کردیا اور وزیراعظم اور ان کی کابینہ برطرف کردی گئی۔ نویں قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوئے اور ۳ نومبر ۱۹۹۰ء کو قومی

اسمبلی کا افتتاحی اجلاس منعقد کیا گیا۔ ۴ نومبر کو جناب گوہر ایوب خان کو سپیکر منتخب کیا گیا اور ۶ نومبر ۱۹۹۰ء کو جناب محمد نواز شریف نے پاکستان کے تیرہویں وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ ۱۸ جولائی 1991ء کو آئین میں بارھویں ترمیم کا بل قومی اسمبلی نے پاس کیا۔ نویں قومی اسمبلی پاکستان میں پارلیمانی سیاست کے طالب علموں کے لیئے منفرد مقام کی حامل اس وجہ سے رہے گی کہ رانا نذیر احمد خان کی سربراہی میں قومی اسمبلی کے قواعد وضوابط اور انصرام کار اور استحقاق کی کمیٹی نے ان قواعد میں ترمیم کرتے ہوئے قومی اسمبلی کے سپیکر اور پارلیمانی کمیٹیوں کے اختیارات میں اضافہ کیا اور انتظامیہ پر پارلیمانی بالادستی قائم کرتے ہوئے پارلیمانی کمیٹیوں کو از خود نوٹس لینے کا اختیار تفویض کیا۔ ۶ اگست ۱۹۹۲ء کو ان قواعد کی منظوری قومی اسمبلی نے دے دی۔ ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو جب قومی اسمبلی کے سپیکر گوہر ایوب نئی دہلی میں بین پارلیمانی یونین کی کانفرنس میں نمائندگی کے بعد لاہور کے ہوائی اڈے پر ابھی اترے ہی تھے تو اسلام آباد میں صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت قومی اسمبلی کو تحلیل کر دیا۔ گوہر ایوب خان نے اسی رات اسلام آباد پہنچ کر اسمبلی کی برطرفی کو عدالت عالیہ میں چیلنج کر دیا اور صرف ۳۸ دن کے عرصے میں قانونی جنگ کے بعد سپریم کورٹ نے صدر کے فیصلے کو رد کرتے ہوئے قومی اسمبلی ۲۶ مئی ۱۹۹۳ء کو بحال کر دی۔ قومی اسمبلی کی عدالت سے بحالی کے بعد وزیر اعظم اور صدر کے درمیان سرکاری تعلقات کار میں کشیدگی کا عنصر روز بروز بڑھتا گیا تاہم ملک میں جمہوری نظام کی بقاء اور عوامی فلاح و بہبود کی خاطر ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ کو وزیر اعظم کے مشورے پر صدر غلام اسحاق خان نے آئین کی دفعہ (۲) ۵۸ کی شق الف کے تحت اسمبلی تحلیل کر دی اور اسی روز غلام اسحاق خان بھی صدر کے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ سینٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد نے قائم مقام صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔ عام انتخابات کیلئے ۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء کی تاریخ طے کی گئی اور دسویں قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ۱۵ اکتوبر کو طلب کیا گیا جناب یوسف رضا گیلانی ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اپنے پیش رو گوہر ایوب خان کو شکست دے کر قومی اسمبلی کے سپیکر منتخب ہوئے اور ۱۹ اکتوبر کو قومی اسمبلی نے محترمہ بے نظیر بھٹو کو دوسری مرتبہ وزیر اعظم منتخب کر لیا۔ اسی دوران میں پاکستان پیپلز پارٹی سردار فاروق احمد خان لغاری کو پاکستان کا نواں صدر منتخب کرانے میں کامیاب ہو گئی جنہوں نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ دسویں قومی اسمبلی کو پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے نامزد کردہ منتخب صدر سردار فاروق لغاری نے ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو تحلیل کر دیا اور اپنی ہی پارٹی کی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو کو وزیر اعظم کے عہدے سے برخاست کرتے ہوئے انکی کابینہ بھی توڑ دی۔ آئین کے مطابق گیارہویں قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات ۳ فروری کو کرانے کا اعلان کیا گیا۔ تاہم سپیکر قومی اسمبلی یوسف رضا گیلانی نے عدالت عظمیٰ میں اسمبلی کی تحلیل کے صدارتی حکم کو چیلنج کر دیا اور عدالت نے ۱۲ جنوری ۱۹۹۷ء کو اپنے فیصلے میں قومی اسمبلی کی تحلیل کے صدارتی اعلان پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ تین فروری کے انتخابات کے نتیجے میں معرض وجود آنے والی گیارہویں قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ۱۵ فروری ۱۹۹۷ء کو منعقد ہوا اور ۱۶ فروری کو دو تہائی اکثریت سے زائد نشستیں جیتنے والی پاکستان مسلم لیگ کے جناب الٰہی بخش سومرو قومی اسمبلی کے سپیکر منتخب ہو گئے اور اس سے اگلے روز جناب محمد نواز شریف کو قومی اسمبلی نے دوسری مرتبہ قائد

ایوان منتخب کر لیا۔ محمد نواز شریف نے پاکستان کے ۱۹ویں وزیراعظم کی حیثیت سے ۱۷ فروری کو ہی اپنے عہدے کا حلف لے لیا۔ یکم اپریل ۱۹۹۷ء کو آئین میں تیرھویں ترمیم قومی اسمبلی نے منظور کر لی جس کے تحت آئین میں سے ب (۲) ۵۸ کو حذف کر کے اسمبلی توڑنے کا صدارتی اختیار ختم کر دیا گیا تھا۔ اور یکم جولائی ۱۹۹۷ء کو چودھویں ترمیم بھی اسمبلی سے منظور کروائی گئی۔ ۲ دسمبر ۱۹۹۷ء کو تقریباً چار برس تک صدر رہنے والے سردار فاروق احمد لغاری اپنے عہدے کی مدت پوری ہونے سے قبل ہی مستعفی ہو گئے اور بالاخر پاکستان مسلم لیگ اپنی دو تہائی پارلیمانی اکثریت کے بل بوتے پر یکم جنوری ۱۹۹۸ء کو جناب جسٹس ریٹائرڈ محمد رفیق تارڑ کو صدر پاکستان منتخب کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ ۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو قومی اسمبلی نے آئین میں پندرھویں ترمیم پاس کر لی تاہم اس ترمیم کو سینٹ سے بوجوہ منظور نہ کروایا جا سکا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۹۸ء کو آئین میں سولہویں ترمیم منظور کر لی گئی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آئین میں کی جانے والی ۱۶ ترامیم میں پہلے ۹ ویں اور گیارہویں ترامیم صرف سینٹ سے اور پندرھویں ترمیم صرف قومی اسمبلی سے منظور کروائی جا سکیں۔ چودھویں آئینی ترمیم کا تعلق فلور کراسنگ کرنے والے اراکین پر چیک رکھنے سے ہے۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو بری فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے عنان اقتدار سنبھالتے ہوئے قومی اسمبلی کو معطل کر دیا اور وزیراعظم محمد نواز شریف کو کابینہ سمیت برطرف کیا۔ جنرل پرویز مشرف نے ملک میں ہنگامی حالت نافذ کر دی اور خود ملک کے چیف ایگزیکٹو بن گئے۔ ۱۴ اکتوبر کو عبوری آئین کے حکمنامے کے تحت آئین پر عملدار روکتے ہوئے سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو معطل کیا اور وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر بھی معطل کر دیئے گئے۔ تاہم صدر محمد رفیق تارڑ کو بدستور اپنے فرائض سرانجام دینے کیلئے کہا گیا۔ عبوری آئین کے حکمنامے نمبر ۴ مجریہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۹ء جس میں بعدازاں ۴ جولائی ۲۰۰۱ء کے چیف ایگزیکٹو کے حکم نمبر ۵ کے ذریعے ترمیم کی گئی تھی کے تحت چیف ایگزیکٹو کو اسلامی نظریے قومی سلامتی، سالمیت پر قرارداد مقاصد میں درج امور پر عملدار آمد کیلئے اور مشورے دینے کی غرض سے نیشنل سیکورٹی کونسل قائم کی گئی۔ قومی اسمبلی کے سپیکر الٰہی بخش سومرو اور رکن قومی اسمبلی سید ظفر علی شاہ نے الگ الگ سپریم کورٹ میں قومی اسمبلی کی معطّلی کو چیلنج کر دیا تاہم سپریم کورٹ نے ۱۲ مئی ۲۰۰۱ء کو اپنے فیصلے میں معطّلی کی توثیق کرتے ہوئے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے شروع ہونے والی تین سالہ مدت بھی حکومت کو دے دی تاکہ وہ اپنا ایجنڈا مکمل کر کے اقتدار منتخب حکومت کو سونپ دے۔

تاہم چیف ایگزیکٹو کو یہ بھی اختیار دے دیا گیا کہ وہ آئین کے بنیادی خدوخال کی روشنی میں وفاقی پارلیمانی نظام کو تبدیل کیے بغیر آئین میں ترامیم کر سکتے ہیں۔ تاہم عدالت نے کسی بھی حکومتی ایکشن کے خلاف عدالت میں چیلنج کی صورت میں Judicial Review (جائزے) کا اختیار اپنے پاس رکھا۔ ۲۰ جون ۲۰۰۱ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے

صدر کا عہدہ سنبھال لیا اور قومی وصوبائی اسمبلیاں اور سینٹ توڑ دیئے گئے اور ان کے سپیکر اور چیئر مین بھی برخاست کر دیئے گئے۔ ۳۰ اپریل ۲۰۰۲ کو ریفرینڈم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف صدر منتخب ہو گئے۔ ۲۱ اگست ۲۰۰۲ء کو ایل ایف او کے تحت آئین میں ۲۹ ترامیم کی گئیں۔ ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو بیک وقت قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے اور ۱۶ نومبر ۲۰۰۲ء کو بارھویں قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس منعقد ہوا۔ ۱۹ نومبر ۲۰۰۲ء کو چوہدری امیر حسین قومی اسمبلی کے سترھویں سپیکر منتخب ہوئے۔

۲۱ نومبر ۲۰۰۲ء کو بلوچستان سے تعلق رکھنے والے جناب ظفر اللہ جمالی کو صرف ایک ووٹ کی برتری سے قائد ایوان منتخب کیا گیا اور ۲۳ نومبر کو صدر جنرل پرویز مشرف نے ان سے پاکستان کے بیسویں وزیر اعظم کی حیثیت سے عہدے کا حلف لیا۔ یکم جنوری ۲۰۰۴ کو قومی اسمبلی میں ایک قرارداد کے ذریعے صدر جنرل پرویز مشرف کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ ۱۷ جنوری ۲۰۰۴ کو صدر جنرل پرویز مشرف نے پارلیمان کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ آئین کی دفعہ (۳) ۵۶ کے مطابق صدر مملکت کو ہر پارلیمانی سال کے آغاز پر پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتا ہے۔ تاہم جنرل پرویز مشرف نے اس آئینی دفعہ کے برعکس اپنے عہد صدارت میں صرف ایک بار ۲۰۰۴ء میں پارلیمان کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ ۲۰۰۴ میں ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ جمالی کابینہ میں شامل وزیر خزانہ سینیٹر شوکت عزیز کو ملک کا نیا وزیر اعظم بنایا جائے اس تبدیلی کے دستوری تقاضے پورا کرنے کیلئے جناب ظفر اللہ جمالی ۲۶ جون ۲۰۰۴ء کو مستعفی ہو گئے اور چوہدری شجاعت حسین کو ۲۹ جون ۲۰۰۴ء کو ملک کا اکیسواں وزیر اعظم منتخب کیا گیا جنہوں نے ۳۰ جون کو ایوان سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا۔ اس دوران شوکت عزیز کو پنجاب کے ضلع اٹک اور سندھ میں تھر پارکر سے خالی کرائی گئی قومی اسمبلی کی دونشستوں پر ضمنی انتخابات کے ذریعے منتخب کرا لیا گیا۔ جناب شوکت عزیز ۲۷ اگست ۲۰۰۴ کو نئے قائد ایوان منتخب ہوئے اور ۲۸ اگست کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ بارھویں قومی اسمبلی ۱۹۴۷ سے ۲۰۰۷ تک بننے والی تمام اسمبلیوں میں سے واحد منتخب ایوان کے طور پر سامنے آئی جس نے اپنی پانچ سال کی آئینی مدت پوری کی۔ چوہدری امیر حسین کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ پانچ سالہ آئینی مدت مکمل کرنے والی پہلی قومی اسمبلی کے سپیکر اور سردار محمد یعقوب ڈپٹی سپیکر تھے۔ ان دونوں حضرات کو پارلیمانی تاریخ میں اس لئے بھی یاد رکھا جائے گا کہ چوہدری امیر حسین اور سردار محمد یعقوب کے خلاف ایوان میں پیش کردہ تحاریک عدم اعتماد کامیاب نہیں ہوسکیں۔ ۱۴ جون ۲۰۰۳ کو سپیکر چوہدری امیر حسین نے رولنگ دی کہ LFO آئین کا حصہ ہے اس پر انکے خلاف ۲۰ جون کو تحریک عدم اعتماد قومی اسمبلی میں جمع کرادی گئی جس پر ۲۸ جون کو اسمبلی میں بحث قرار پائی۔ اسی اجلاس میں تحریک کی ناکامی پر اپوزیشن نے ڈپٹی سپیکر کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی جسے بعد میں وزیر اعظم جمالی کی ایوان میں کرائی گئی یقین دہانی پر ۷ جولائی ۲۰۰۳ کو واپس لے لیا گیا۔ ۱۵ نومبر ۲۰۰۷ء کو مدت مکمل ہونے پر قومی اسمبلی از خود تحلیل ہوگئی اور اسی روز ملک سے ہنگامی حالت بھی ختم کر دی گئی۔ ۲۹ نومبر

کو آرمی چیف کے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد جنرل پرویز مشرف نے صدر کا حلف لے لیا۔ عام انتخابات کے لئے ۸ جنوری ۲۰۰۸ء تاریخ مقرر کی گئی تاہم ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک جلسے سے خطاب کے بعد واپس آتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو ایک قاتلانہ حملے میں خالق حقیقی سے جا ملیں اور ان کی شہادت پر ملک بھر میں ہونے والے خون ریز ہنگاموں کے سبب انتخابات ملتوی کر کے ۱۸ فروری ۲۰۰۸ء کی نئی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔

۱۸ فروری کے عام انتخابات کے نتیجے میں پاکستان کی پارلیمانی سیاست کے اہم نام جس میں سابق وزیر اعظم چوہدری شجاعت حسین، سپیکر چوہدری امیر حسین، ڈپٹی سپیکر سردار محمد یعقوب، سینٹ کے موجودہ چیئر مین نیئر حسین بخاری قومی اسمبلی میں اپنی اپنی نشستوں پر انتخابات میں دوبارہ کامیاب نہ ہو سکے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی سندھ میں عام نشست پر دوبار رکن اسمبلی منتخب ہونے والی سرگرم خاتون رہنما ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کو سپیکر کے عہدے کیلئے نامزد کیا گیا۔ اور صوبہ سرحد کے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے معروف کنڈی خاندان کے برطانیہ سے فارغ التحصیل نوجوان قانون دان فیصل کریم کنڈی جو ۲۰۰۲ - ۲۰۰۷ کی قومی اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر و قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن کو شکست دے کر ملک بھر میں مقبولیت حاصل کر چکے تھے کا قرعہ فال ڈپٹی سپیکر کے عہدے کیلئے نکلا۔ ۱۹ مارچ ۲۰۰۸ء کو ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے سپیکر منتخب ہونے کے بعد افتتاحی اجلاس میں آزادی صحافت کیلئے اپنے عزم کا اظہار اپنی پہلی رولنگ میں کیا جس کے مطابق اسپیکر نے قومی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کی کاروائی تمام ٹی وی چینلز پر براہ راست دکھانے کیلئے تمام کیبلز کی فوری بحالی کا حکم جاری کیا۔ کیونکہ ایک رکن نے پوائنٹ آف آرڈر پر سپیکر کی توجہ کیبل کاٹے جانے کی طرف دلائی تھی۔ جس سے براہ راست نشریات میں خلل پیدا ہوا۔ ۲۴ مارچ ۲۰۰۸ء سید یوسف رضا گیلانی ۳۰۶ ارکان میں سے ۲۶۴ ووٹ لے کر وزیر اعظم منتخب ہوئے اور انہوں نے ۲۹ مارچ کو ایوان سے متفقہ طور پر اعتماد کا ووٹ بھی حاصل کر لیا۔

صدر جنرل پرویز مشرف نے ۱۸ اگست ۲۰۰۸ء کو قومی اسمبلی کی سپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کو اپنا استعفیٰ بھیج دیا جسکے بعد ۶ ستمبر ۲۰۰۸ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے جناب آصف علی زرداری پانچ سال کیلئے پاکستان کے تیرھویں صدر منتخب ہو گئے۔ اپنے عہدے کا حلف اٹھانے کے بعد آئین کی دفعہ (۳) ۵۶ کے تحت صدر نے ۲۰ ستمبر کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں صدر آصف علی زرداری نے کہا "پاکستان کے جمہوری طور پر منتخب ہونے والے صدر کی حیثیت سے میں پارلیمنٹ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک کل جماعتی کمیٹی تشکیل دیں جو ۱۷ ویں ترمیم اور ۵۸ (۲) ب کے لئے آئینی ترمیم پیش کرے۔

پاکستان کی تاریخ میں کسی صدر نے اپنے اختیارات چھوڑنے کی بات نہیں کی ہو گی جیسا کہ آج میں کر رہا ہوں۔"
اس خطاب کے بعد چھ ماہ تک کوئی پیش رفت نہ ہونے پر صدر آصف علی زرداری نے ۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء کو دوسرے پارلیمانی سال کے آغاز پر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر اپنی اس خواہش کا اعادہ ان الفاظ میں کیا۔ "ہم پارلیمنٹ کا بیحد احترام کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کی بالا دستی ہماری لیڈر شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کا خواب رہا ہے پارلیمنٹ کے بالا دست ہونے کے یقین سے ہی میثاق جمہوریت کا پودا پھوٹا ہے۔تقریباً چھ ماہ قبل اسی مقام پر میں نے پارلیمنٹ سے تمام پارٹیوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے کر سترھویں ترمیم اور آرٹیکل 58-2(b) کا جائزہ لینے کے لئے کہا تھا۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ چھ ماہ کا عرصہ کوئی طویل عرصہ نہیں ہوتا۔ مادام اسپیکر! میری خواہش ہے کہ آپ تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دیں جو میثاق جمہوریت کی روشنی میں آئین میں ترامیم تجویز کرے۔ان ترامیم کو بلا تاخیر حتمی شکل دی جائے۔" صدر کے خطاب کے بعد قومی اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے قومی اسمبلی کی سپیکر کو آئینی اصلاحات کی کمیٹی قائم کرنے کا اختیار تفویض کر دیا۔سینٹ نے بھی ایک قرارداد کے ذریعے یہ اختیار سپیکر قومی اسمبلی کو دے دیا۔ چنانچہ ۲۳ مارچ ۲۰۰۹ کو قومی اسمبلی کی سپیکر ڈاکٹر فمیدہ مرزا نے پارلیمنٹ میں موجود تمام پارلیمانی جماعتوں کے رہنماؤں سے مشورے کے بعد ۲۷ رکنی پارلیمانی کمیٹی کے قیام کا اعلان کر دیا۔ جسے آئینی اصلاحات کی کمیٹی کے نام سے موسوم کیا گیا۔سینٹر رضا ربانی کو اس کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ اس کمیٹی کے ۷۷ اجلاس ہوئے اور ہر اجلاس تقریباً ۵ گھنٹے جاری رہا اس طرح کمیٹی نے ۳۸۵ گھنٹے تک آئینی ترمیمات کے مسودہ جات پر سیر حاصل بحث و تمحیض کی۔ آئینی کمیٹی نے آئین کی ۹۷ شقوں میں ترامیم تجویز کیں۔ ۳۱ مارچ ۲۰۱۰ کو چوبیس رکنی کمیٹی کے ارکان نے اٹھارویں ترمیم کے مسودے پر مشتمل کمیٹی رپورٹ قومی اسمبلی کی سپیکر ڈاکٹر فهمیده مرزا کو پیش کر دی۔ ۸ اپریل ۲۰۱۰ء کو اٹھارویں ترمیم قومی اسمبلی اور ۱۵ اپریل کو سینٹ نے منظور کر لی جس کے بعد صدر پاکستان نے ۱۹ اپریل کو اس پر دستخط کر کے اسے آئین پاکستان کا حصہ بنا دیا۔آئینی اصلاحات کی پارلیمانی کمیٹی کے ارکان کو انکی پارلیمانی خدمات کے پیش نظر ملک کے اعلیٰ ترین سول اعزاز "نشان امتیاز" سے بھی نوازا گیا جو فرداً فرداً انہیں ایوان صدر کی ایک پر وقار تقریب میں صدر پاکستان نے عطا کیے۔ قومی اسمبلی کے سیکرٹری کرامت حسین نیازی پاکستانی پارلیمنٹ کے پہلے افسر ہیں جنہیں آئینی کمیٹی میں خدمات سرانجام دینے پر ستارہ امتیاز سول دیا گیا۔ قومی اسمبلی کے منتخب ہونے کے فوراً بعد دونوں بڑے پارلیمانی گروپ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ نواز نے مل کر جب حکومت سازی کی تو پاکستان مسلم لیگ کے جناب پرویز الٰہی کو قائد حزب اختلاف بنا دیا گیا۔ ۱۰ اپریل کو انہیں قائد حزب اختلاف بنائے جانے کا نوٹی فکیشن قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے جاری کر دیا۔ تاہم کچھ عرصے کی وزارتی رفاقت کے بعد پاکستان مسلم لیگ نواز حکومت سے علیحدہ ہوگئی لیکن چوہدری پرویز الٰہی بدستور قائد حزب اختلاف کا منصب سنبھالے رہے۔ بعد ازاں ۷ ستمبر کو پاکستان مسلم لیگ نواز کے چوہدری نثار علی خان کو قائد حزب اختلاف بنا دیا گیا۔ اور محترمہ بےنظیر بھٹو اور نواز شریف کے درمیان لندن میں طے

پانے والے میثاق جمہوریت کی روح کے مطابق انہیں قومی اسمبلی کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا چیئر مین بھی منتخب کروا دیا گیا۔ یہ انتخاب ۱۹ ستمبر ۲۰۰۸ءکوعمل میں آیا۔

۱۹ اپریل ۲۰۱۰ءکواٹھارویں ترمیم کی منظوری کو پاکستان میں جمہوریت کے تسلسل کی ایک شاندار علامت قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ اب صحیح معنوں میں پاکستان کا آئین پارلیمانی طرز حکومت کا عکاس بن گیا ہے اور صدر کے تمام انتظامی اختیارات وزیراعظم کومنتقل ہوگئے ہیں یوں پارلیمان انتظامیہ پر بالا دست قانون سازی میں متفقہ طرز فکر اپنانے کا رجحان آئین میں انیسویں اور بیسویں ترامیم منظور کرانے میں کارفرما رہا۔ آئین میں انیسویں ترمیم قومی اسمبلی نے ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ اور سینٹ نے ۳۰ دسمبر کو متفقہ طور پر منظور کی جسکی منظوری صدر پاکستان نے یکم جنوری ۲۰۱۱ءکو دی۔ اسی طرح ۱۴ فروری ۲۰۱۲ءکو آئین میں بیسویں ترمیم کا بل قومی اسمبلی نے اور سینٹ نے ۲۰ فروری ۲۰۱۲ءکو متفقہ طور پر منظور کیا۔ صدر نے ۲۸ فروری ۲۰۱۲ءکو اس کی توثیق کردی۔

اس وقت پاکستان میں ۲۸ فروری ۲۰۱۲ تک ترمیم شدہ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان نافذ العمل ہے۔ ۲۰۱۲ء میں سپریم کورٹ نے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کو توہین عدالت کے ایک مقدمے میں سزا دے کر قومی اسمبلی کی سپیکر کو ایک ریفرنس بھیجا کہ آئین کی شق ۶۳ (۲) کے تحت ان کی رکنیت کا معاملہ دیکھا جائے جس پر سپیکر نے ۲۴ مئی ۲۰۱۲ءکو گیارہ نکاتی رولنگ جاری کی جسکے مطابق آئین کی دفعہ (۲) ۶۳ کے تحت وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی نااہلی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جس کے بعد سپریم کورٹ نے نہ صرف سپیکر کی رولنگ کالعدم قرار دی بلکہ سید یوسف رضا گیلانی کو بھی عہدے سے نااہل قرار دے دیا اور یہ کہا کہ یہ فیصلہ ۲۶ اپریل سے لاگو ہوگا تاہم ۲۶ اپریل سے ۱۹ جون کے اقدامات قانونی تصور ہوں گے۔ اور یوں وزیراعظم کا عہدہ ۱۹ جون ۲۰۱۲ءکو خالی ہوگیا۔ نئے قائد ایوان کے انتخابات کیلئے قومی اسمبلی کا اجلاس ۲۳ جون کو طلب کیا گیا جس میں پاکستان پیپلز پارٹی کے راجہ پرویز اشرف وزیراعظم منتخب ہوگئے۔ انہوں نے ۲۱۱ ووٹ حاصل کیئے۔ تیرھویں قومی اسمبلی پاکستان کی آئینی تاریخ میں اس لیئے بھی یاد رکھی جائے گی کہ اس نے نہ صرف ۱۹۷۳ء کے آئین کو اس کی اصل حالت میں بحال کیا بلکہ صوبائی خودمختاری کے آئینی تقاضے بھی پورے کیے اور آئین میں ۲۰۰۸ سے ۲۰۱۲ تک کے عرصے میں ہونے والی اٹھارویں، انیسویں اور بیسویں ترامیم متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔ جوں جوں اس اسمبلی کی مدت مکمل ہونے کی تاریخ ۱۶ مارچ ۲۰۱۳ءنزدیک آتی جارہی ہے دیکھنا یہ ہے کہ آئین کی بیسویں ترمیم کی روشنی میں نگران حکومت کی تشکیل کے آئینی مرحلے سے ہماری پارلیمانی قیادت کس طرح سرخرو ہوکر انتقال اقتدار کا سفر طے کرتی ہے۔